پروفیسر عبدالجبار شاکر

دہشت گردی

ایک تاریخی اور تجزیاتی مطالعہ

عالم اسلام ان دنوں دہشت گردی، تشدد، انتہا پسندی اور جنگجوئی جیسی اصطلاحات کے حملوں کی زد میں ہے۔ ذرائع ابلاغ اور الیکٹرانک میڈیا ملت اسلامیہ کی مسلسل ایک ایسی تصویر پیش کر رہے ہیں، جس کے باعث مسلم اُمہ تاریخ حاضر کے کٹہرے میں ایک مجرم کی حیثیت سے پیش کی جا رہی ہے۔ عالم اسلام کی سیاسی قیادت کا کردار اعتراف جرم کے برابر ہے۔ البتہ اس کی فکری قیادت جواب دعویٰ کی تیاریوں میں مصروف دکھائی دیتی ہے۔

مذکورہ چاروں اصطلاحات کو آسمانی مذاہب کی کتب میں منفی اور ناپسندیدہ تصورات قرار دیا گیا ہے۔ مذہب بنیادی طور پر اخلاقی اقدار کی تعلیم اور تربیت کا درس دیتا ہے۔ وہ نفس امارہ میں ڈھلی ہوئی جبلتوں کی تطہیر کا فریضہ انجام دیتا ہے۔ جاہلیت اور فسق و فجور نیز فواحش اور منکرات کا خاتمہ چاہتا ہے۔ حقوق کے احترام کی تلقین کرتا ہے اور مجرمانہ افعال کے ارتکاب پر حدود و تعزیرات کے ضوابط کی تنفیذ کا حکم دیتا ہے۔ اس لحاظ سے دہشت گردی، تشدد، انتہا پسندی اور جنگ جوئی مذاہب کی تعلیم تو ہرگز نہیں البتہ مذاہب کے پیروکاروں میں روح مذہب کو نہ سمجھنے کے نتیجے میں ایسے رجحانات پیدا ہو سکتے ہیں اور ہوئے ہیں بلکہ ابھی تک ہو رہے ہیں۔ قصہ آدم و ابلیس میں شیطان انتہا پسندی کی علامت ہے۔ آدم کے بیٹوں ہابیل اور قابیل میں تشدد اور دہشت گردی کی جس واردات کا آغاز ہوا، اس کی کارفرمائی بتدریج خاندانوں، قبیلوں اور نسلوں میں انفرادی اور اجتماعی ہر دو سطح پر بڑھتی دکھائی دیتی ہے۔ بنی آدم کی سفاکیوں، خون ریزیوں اور دہشت گردیوں کی مثالیں اس کثرت سے موجود ہیں کہ جنہیں پڑھ اور دیکھ کر درندوں کی شرافت کا یقین ہونے لگتا ہے۔ نسل آدم کی درندگی کے مظاہر سے تاریخ وعبر کے صفحات بھرے پڑے ہیں۔ دورِ حاضر کی نام نہاد ترقی یافتہ اقوام نے دہشت گردی اور تشدد کے لیے جن ہتھیاروں اور اوزاروں کو

ایجاد کیا ہے اور جن کے استعمال سے زمین اور فضا برق و بارود کے دھوئیں سے زہر آلود اور مسموم ہو چکی ہے' ایک عبرت انگیز منظر پیش کر رہی ہے۔

دہشت گردی کی تاریخ خود انسان کی طرح قدیم ہے۔ اس کے مظاہر تاریخ کے مختلف ادوار میں دکھائی دیتے ہیں۔ زبردستوں نے زیردستوں کو خوفزدہ کرنے' ان کے وسائل پر قبضہ کرنے یا انہیں غلام بنانے کے لیے دہشت پسندانہ سرگرمیوں کو جاری رکھا ہے۔ دورِ حاضر میں سامراجی قوتوں اور آمرانہ سلطنتوں نے دہشت گردی کے ہتھیار کو مستقلاً استعمال کیا ہے۔ جن کا مقصد وحید دنیا کو اپنی دہشت گردی کی واردات سے خوفزدہ کرنا اور اس کے نتیجے میں اپنے مذموم مقاصد کو بروئے کار لانا ہے۔ امریکہ کی ''سی آئی اے'' ہو یا روس کی ''کے جی بی'' بھارت کی ''را'' ہو یا اسرائیل کی ''موساد'' سبھی عالمی امن کی تباہ کاری کے منصوبوں پر کارفرما ہیں۔ مملکتوں کا بہت سا سرمایہ ایسی ایجنسیوں کی سرپرستی پر صرف ہوتا ہے۔

دہشت گردی سب کمزور اور مظلوم معاشروں کا موثر ہتھیار رہے۔ بیسویں صدی کے دوران میں اس ہتھیار کو سب سے زیادہ استعمال کیا گیا ہے۔ اگر کوئی گروہ اپنے موقف کے اظہار کے لیے کوئی جائز اور درست راہ اختیار نہ کر سکے تو پھر وہ لازماً دہشت گردی کو اس کے اظہار کا ذریعہ بناتا ہے۔ جس کے نتیجے میں معصوم اور بے گناہ لوگ لقمہ اجل بن جاتے ہیں۔ اپنے ہی ملک میں حقوق سے محروم بعض طبقات بھی اس ہتھیار کو استعمال کرتے ہیں۔ مذہبی تعصبات کے مارے اندھے عقیدتمندوں نے بھی دہشت گردی کے ہتھیار کو استعمال کیا ہے۔ مذہبی تعصبات اور دہشت گردی کی تاریخ بھی بہت قدیم ہے۔ بسا اوقات جائز مقاصد کے حصول کے لیے بھی اس ناجائز حربے کو استعمال کیا جاتا ہے۔ انقلابی تنظیمیں دہشت گردی کے حربوں کو بہت زیادہ استعمال کرتی ہیں۔ دہشت گردی کا عمل بعض اوقات انفرادی سطح پر روا رکھا جاتا ہے۔ اگر افراد نجی سطح پر ناانصافی یا ظلم کا شکار ہو جائیں تو وہ خفیہ طریقے سے انتقام لینے کے لیے دہشت گردی کا ارتکاب کرتے ہیں۔ اگر کسی اقلیت کے حقوق کو ایک اکثریت ہڑپ کرنے کی کوشش کرے تو گروہی دہشت گردی کے واقعات بھی سامنے آتے ہیں۔

گروہی دہشت گردی کا تجزیہ کیا جائے تو اس میں عموماً نسلی' مذہبی یا سیاسی محرکات اور عوام دکھائی دیتے ہیں۔ انفرادی اور گروہی دہشت گردی کی نسبت ریاستی دہشت گردی کے مضمرات اور نتائج زیادہ خوفناک اور ہولناک ہیں۔ ماضی میں اس کی بیسیوں مثالیں دی جا سکتی ہیں۔ روس نے مشرقی یورپ اور چیچنیا'

امریکہ نے عراق اور افغانستان‘ اسرائیل نے فلسطین‘ یوگوسلاویہ نے بوسنیا اور کوسووو‘ بھارت نے کشمیر اور تامل ناڈو میں جس طرز عمل کو اختیار کیا ہے‘ اسے ریاستی دہشت گردی کے علاوہ اور کیا نام دیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح بہت سے ملکوں میں اقلیتوں پر اکثریت کے مظالم بھی تشدد اور دہشت گردی کے دائرے میں آتے ہیں۔

صیہونیت نے دنیا میں دہشت گردی کا سب سے خوفناک اور شرمناک ریکارڈ قائم کیا ہے۔ امریکہ اور مغرب آج بین الاقوامی سطح پر دہشت گردی کے سب سے بڑے نمائندہ ہونے کے باوجود مسلمانوں پر دہشت گردی کا الزام دھرتے ہیں۔ دہشت گردی دنیا کی کوئی قوم یا ملک کرے‘ وہ اخلاقی سطح پر ایک قابل مذمت فعل ہے۔ مگر احقاق حق اور ابطال باطل کے لیے اس کا تاریخی جائزہ لینے کی ضرورت ہے تا کہ اقوام عالم اور مذاہب عالم کے ریکارڈ کا صحیح تناظر میں مطالعہ اور مشاہدہ کیا جا سکے۔

صیہونیت جو یہودی مذہب کا ایک سیاسی شعبہ ہے‘ عالمی سطح پر ہمیشہ اپنی بدعہدی اور ظلم کے باعث مشہور رہا ہے۔ انہیں اپنی تاریخ میں اگر کہیں پناہ اور سکون میسر آیا تو وہ مسلمانوں کی سلطنتیں تھیں۔ اسپین میں مسلمانوں نے ان کے ساتھ جس عالی ظرفی کا ثبوت دیا اور خلافتِ عثمانیہ کے پورے دور میں انہیں جو آزادی حاصل رہی‘ اس کا اقرار ان کی اپنی تحریروں میں موجود ہے۔ مگر ان کے مذہبی لٹریچر میں ''تالموذ'' کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ اس کتاب کے سات حصے ہیں۔ ان میں سے ایک حصے میں یہ واضح طور پر لکھا ہوا ہے:

''یہودی اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام فرشتوں سے زیادہ محبوب ہیں۔ یہود اللہ تعالیٰ سے وہی عنصری تعلق رکھتے ہیں جو کسی بیٹے کو اپنے باپ سے ہوتا ہے۔ اگر یہودی دنیا میں نہ ہوتے تو نہ آفتاب طلوع ہوتا اور نہ زمین پر کبھی بارش برستی۔ اللہ نے تمام انسانوں کے کمائے ہوئے مالی وسائل پر یہود کو تسلط و تصرف کا اختیار کامل دے رکھا ہے۔ کسی یہودی کو اگر فائدہ پہنچ رہا ہو یا کسی غیر یہودی کو نقصان پہنچ سکتا ہو تو جھوٹ بولنا‘ جھوٹی گواہی دینا اور دھوکے فریب سے کام لینا نہ صرف جائز ہے‘ بلکہ واجب ہے۔ اے یہودیو! اگر کوئی تمہارے قبضے میں آ جائے‘ تو وہاں کے تمام لوگوں کو قتل کر دو۔ تمہیں اس کی قطعاً کوئی اجازت نہیں ہے کہ اپنے پاس کوئی قیدی رکھو۔ عورت‘ مرد‘ بوڑھے‘ بچے سب قتل کر دیئے جائیں۔''

ان تعلیمات کے پس منظر میں تھیوڈر ہرزل کے مرتبہ پروٹوکولز کا مطالعہ کیا جائے تو دہشت گردی کے حوالے سے یہود کے ماضی اور حال کی سرگرمیاں واضح ہو جاتی ہیں اور ان کے مستقبل کے عزائم بے نقاب ہو جاتے ہیں۔

یورپ کی تاریخ میں انقلاب فرانس کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ اسے بنیادی حقوق اور آزادیوں کے حصول کا سرچشمہ قرار دیا جاتا ہے۔ مگر حقیقت بین نگاہوں سے دیکھا جائے تو یہ انقلاب دہشت گردی کے جواز کی سیاسی داستان ہے۔ تاریخ کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس انقلاب کی تکمیل میں چالیس ہزار افراد لقمہ اجل بنے اور تین لاکھ سے زیادہ لوگ دہشت گردی کے مختلف حربوں سے متاثر ہوئے۔ ستر ہزار افراد کو پھانسی کے گھاٹ اتارا گیا۔ فرانس کی ۲۸ملین آبادی میں انقلابی دہشت گردوں کی تعداد ایک لاکھ کے قریب تھی۔ دہشت گردی کی ان کارروائیوں کے نتیجے میں مختلف بیماریوں اور قحط کے سبب دو لاکھ افراد موت کی بھینٹ چڑھ گئے۔ فرانس کے وجودی فلسفی ژاں پال سارترے نے بھی دہشت گردی کی حمایت کی ہے۔

دورِ حاضر میں دہشت گردی کا سب سے بڑا نیٹ ورک ابھی تک یہودیوں کے قبضے میں ہے۔ یورپ میں پہلی موثر دہشت گرد تنظیم بھی یہودیوں نے قائم کی۔ فلسطین میں عربوں کو دیوار سے لگا دیا گیا۔ یہودیوں کے پے در پے مظالم کے نتیجے میں پی ایل او (فلسطین لبریشن آرگنائزیشن) وجود میں آئی۔ وسائل کی محرومی اور مناسب اسلحہ نہ ہونے کے باعث اس نے گوریلا نوعیت کی سرگرمیاں شروع کیں۔ اپنے مزاج کے لحاظ سے یہ ایک مزاحمتی تحریک تھی۔ مزاحمت اور دہشت گردی میں ہمیشہ فرق کیا گیا اور کیا جانا چاہیے۔ پی ایل او کا عسکری شعبہ الفتح کے نام سے اپنی سرفروشی کی داستان رقم کرتا رہا۔ یاسر عرفات جارج حباش اور لیلیٰ خالد جیسے فداکار اس کی سرپرستی کرتے رہے۔ پھر حماس اور انتفاذہ کے عسکری گروہ منظر عام پر آئے۔ جن کی سرفروشی اور فدائی حملوں سے فلسطینی مسلمانوں کا مسئلہ دنیا کے سامنے نمایاں ہوا۔ اقوام متحدہ میں اس کے لیے قراردادیں پاس ہوئیں، مگر اسرائیل کے دائمی اور مستقل سرپرست امریکہ نے ہمیشہ جارح اسرائیلیوں کے مفادات کی حفاظت کی۔ پی ایل او کو نمائندہ تنظیم تسلیم کر کے جنرل اسمبلی میں رکنیت دی گئی۔ ۱۹۹۳ء میں معاہدہ اوسلو سامنے آیا جو حماس کی قربانیوں کا ثمرہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ لبنان میں حزب اللہ کی کارروائیوں کے نتیجے میں اسرائیلی فوجوں کو لبنان سے واپسی کے علاوہ کوئی چارہ نظر نہ آیا۔

صیہونی دہشت گردی اور امریکی بالادستی کے طرز عمل نے مسلمانوں کے ہاں ایک ایسا ردعمل پیدا کر دیا جس سے Intra Statw Terrorisra کی کارروائیاں سامنے آنے لگیں۔ مختلف مسلمان ممالک کے حریت پسندوں نے ایسے گروہوں میں شمولیت اختیار کرنا شروع کی جو کسی ایک ملک یا ریاست

کے بجائے مختلف ممالک میں اپنی سرگرمیوں کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔ ان لوگوں کی ابتدائی تربیت روس افغان جنگ میں ہوئی۔ اس زمانے میں امریکہ نے اپنے مخصوص عالمی مفادات کے لیے ان کی عسکری اور مالی سرپرستی بھی کی۔ مگر روسیوں کی شکست کے بعد ان طبقات کا ٹکراؤ اور براہ راست استعماری قوتوں کے خلاف سامنے آیا۔ مغرب اور عالمی میڈیا ان گروہوں کو دہشت گرد' تشدد اور انتہا پسند قرار دیتا ہے اور ان پر جنگ جوئی کا الزام عائد کرتا ہے۔ اس گروہ کی ایک ٹیکنیک خودکش حملوں کی بھی ہے۔ جس سے عراق' افغانستان اور پاکستان میں جارح قوتوں کے بجائے خود بے گناہ اور معصوم مسلمانوں کا خون بہہ رہا ہے۔ پاکستان ان دنوں اپنی تاریخ کے بدترین داخلی بحران کا سامنا کر رہا ہے۔ خودکش حملوں کی شرعی اور دینی حیثیت کے حوالے سے ایک بحث دینی اور سیاسی حلقوں میں جاری ہے۔ جس کو میڈیا نے ایک مستقل موضوع بنا دیا ہے۔ علمی اور عملی ہر دو اعتبار سے اس موضوع پر گفتگو ضروری ہے۔

دنیا میں ہر قوم اور ملک کو اپنا دفاع اور Detterence قائم رکھنے کے لیے اپنے وسائل کے مطابق فوجی قوت اور ہتھیار رکھنے کی اجازت ہے۔ بڑی قوتیں اپنا یہ حق تو استعمال کرنا چاہتی ہیں' مگر چھوٹی اور کمزور قوموں کو ہتھیار رکھنے یا بنانے کے اختیار سے منع کرتی ہیں۔ اگر امریکہ' روس' فرانس' برطانیہ' اسرائیل اور بھارت ایٹمی قوتیں ہو سکتی ہیں تو پاکستان' عراق' ایران اور لیبیا کیوں نہیں؟ دنیا میں حقوق کے ان دوہرے معیارات نے بھی دہشت گردی کو جنم دیا ہے۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے شمال مغرب میں افغانستان کی سرحد کے ساتھ قبائلی علاقوں کی صورت حال میں امن کی بحالی اور متحارب گروہوں کی صورتحال سے نکلنے کے لیے ہمیں فوری طور پر سنجیدگی سے کوشش کرنا ہوگی۔ کیونکہ یہ صورت حال پاکستان کے مستقبل کے لیے تشویش ناک ہے۔ اس سے سیاسی' سماجی اور معاشی سطح پر ایسے مسائل پیدا ہو رہے ہیں اور مزید بھی پیدا ہو سکتے ہیں' جو ریاست کے وجود کے لیے ایک مہیب خطرہ بن سکتے ہیں۔ ایک محب وطن مسلمان اور پاکستانی کی حیثیت سے ہم چند اقدامات اور سفارشات پیش کر رہے ہیں' جن کی عملی افادیت کے پیش نظر ان پر فوری توجہ کی ضرورت ہے۔

پاکستان کے قبائلی علاقوں میں قوت کے ذریعہ سے حربی اور عسکری گروہوں سے نپٹنے کے بجائے ڈائیلاگ اور مفاہمت کا طریق اختیار کیا جائے۔ قبائلی علاقوں میں ہر نوع کے احساس محرومی کو دور کیا جائے۔ یہاں کے چالیس لاکھ باشندوں کے لیے مناسب صنعتی ماحول اور حرفتی پیشوں کو ترقی دی جائے تاکہ مقامی وسائل سے ان کے لیے خوشحالی کے در کھلیں۔ پروفیشنل تعلیم و تربیت کے اداروں پر خصوصی

توجہ دی جائے۔ تعلیمی معیار کی بلندی کے لیے اساتذہ کو خصوصی مراعات بھی دی جائیں۔ قبائلی علاقے کے عوام کی یہ خواہش ہے کہ یہاں پر شرعی عدالتی نظام قائم کیا جائے۔ اس مطالبے کا احترام حالات کی درستی کی طرف موزوں ترین اقدام ہوگا۔ یہ مطالبہ آئین پاکستان کی متعدد دفعات کے مطابق ہے۔

یاد رہے کہ ان علاقوں میں ماضی میں بھی شرعی عدالتی نظام قائم رہا ہے' جس کی افادیت کے یہ لوگ قائل ہیں اور اس پر گہرا اعتماد رکھتے ہیں۔ حکومت نے اس شرعی عدالتی نظام کو کئی مرتبہ نافذ کرنے کا عہد کیا' مگر نامعلوم وہ کیا وجوہ ہیں جو ہر مرتبہ اسٹیبلشمنٹ اس کو سرد خانے میں ڈال دیتی ہے۔ ملک کے چاروں صوبوں کے مقتدر علماء کے وفود مسلسل ان علاقوں میں بھجوائے جائیں جو عالمی تناظر میں ملک کی صورت حال کو واضح کریں اور ایسے متحارب گروہوں میں شرعی اور اسلامی صورت حال کو پیش کریں' بالخصوص خودکش حملوں کے حوالے سے قبائلی عسکری قوتوں پر اسلامی موقف کو واضح کریں۔ پارلیمنٹ کے دونوں ایوان قبائلی شورش کا تفصیلی جائزہ لیں اور اس کے اطمینان بخش حل کے لیے موزوں سفارشات تیار کریں۔ ذرائع ابلاغ پاکستان کی موجودہ صورت حال کو بہتر بنانے میں بہت موثر کردار ادا کر سکتے ہیں۔ مذہبی اسکالرز اور علماء کرام نشریاتی اداروں کے ذریعے سے اس صورت حال کی اخلاقی' سیاسی' دینی اور شرعی حیثیت کو واضح کرتے ہوئے اسلام کے امن پسندانہ موقف کی وضاحت کریں۔ قبائل اور مقامی زبانوں اور بولیوں میں ایسا آسان لٹریچر تیار کیا جائے جو انہیں موجودہ صورتحال میں درست موقف اختیار کرنے کی ترغیب دے۔ ملک کی خفیہ ایجنسیاں اس امر پر کڑی توجہ مبذول کریں کہ کہیں ان خودکش حملوں کے پس منظر میں سی آئی اے' موساد اور را وغیرہ کا ہاتھ تو نہیں جو اپنے مخصوص مقاصد کے لیے سادہ دل لوگوں کو استعمال کر رہے ہوں۔ قبائلی علاقوں کو آئینی اعتبار سے ایسی مراعات دی جائیں کہ وہ بتدریج ملکی دھارے میں ڈھل جائیں۔ اس سلسلے میں اس علاقے کے عوام کو ان کے آئینی حقوق دیئے جائیں۔

اسلامی جمہوریہ پاکستان کا قیام دنیا کے نقشے پر ایک سیاسی معجزہ تھا۔ یہاں کے محب وطن عوام بہترین صلاحیتوں اور کردار کے مالک ہیں۔ ملکی قیادت اپنے عوام کا اعتماد بحال کر کے ملک کے مستقبل کو درخشاں بنانے کے لیے بے لوث اور ایثار پیشہ قیادت کا رول ادا کرے۔ پاکستان کے عوام اور وسائل پر اعتماد کیا جائے تو ہم اپنی ترقی اور کمال کا راستہ خود بنا سکتے ہیں اور امن اور خوشحالی کی منزل کو ان شاء اللہ حاصل کر سکتے ہیں۔

☆......☆......☆......☆......☆......☆......☆......☆